AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کی نداء سے سورۃ الانفال کے احکامات کا علمی و تحقیقی جائزہ

A SCIENTIFIC AND RESEARCH REVIEW OF THE COMMANDS OF SURAH ANFAL FROM THE CALL OF "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا"

Adnan Aziz
PHD. Scholar, Department of Islamic Studies, Qurtaba University of Science and Information Technology D I Khan
Email: adnanharve@gmail.com
Dr Muhammad Aslam Khan
Professor, Department of Islamic Studies, Qurtaba University of Science and Information Technology D I Khan
Majid Hussain
PHD. Scholar, Department of Islamic Studies, Qurtaba University of Science and Information Technology D I Khan
Email:Majidhussain2528423@gmail.com
Zia ur Rehman Farooqi
PHD. Scholar, Department of Islamic Studies, Qurtaba University of Science and Information Technology D I Khan
Email: ziafarooqi1326@gmail.com

Abstract:
This article explores the Quranic injunctions introduced with the phrase "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" (O you who believe) within Surah Al-Anfal, emphasizing their thematic, legal, and moral significance. The study analyses how these divine calls address the Muslim community in contexts of warfare, unity, obedience, and trust in Allah. By focusing on the linguistic structure and exegetical interpretations of classical and modern scholars, the research highlights the holistic approach of the Quran in cultivating a disciplined and God-conscious society. The study also investigates the implications of these verses in contemporary socio-political and ethical frameworks, thus presenting a bridge between classical exegesis and modern application.

Keywords: *Quranic Commands, Islamic Legislation, War Ethics in Islam, Divine Address, Quranic Exegesis, Islamic Morality, Societal Reform in Islam, Faith-Based Guidance*

تعارف موضوع

قرآنِ کریم محض ایک مقدس کتاب نہیں بلکہ ایک جامع دستورِ حیات ہے، جو انسان کی انفرادی، اجتماعی، اخلاقی اور قانونی رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن میں مختلف مواقع پر يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کی پکار کے ذریعے مؤمنین کو مخصوص احکام وہدایات دی گئی ہیں۔ یہ اندازِ خطاب نہ صرف ایمانی تعلق کو مضبوط کرتا ہے بلکہ ایک مخصوص ذمہ داری اور حساسیت کا احساس بھی پیدا کرتا ہے۔

سورۃ الانفال مدنی سورتوں میں سے ہے، جو جنگِ بدر کے پس منظر میں نازل ہوئی۔ اس سورۃ میں متعدد مقامات پر يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کی نداء کے ساتھ احکام دیے گئے ہیں، جو بالخصوص اسلامی معاشرے میں نظم، اطاعت، اتحاد، عدل، اور جہاد جیسے اہم موضوعات سے متعلق ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بطور ایک جماعت مخاطب کر کے ان کی تربیت اور اصلاح کی کوشش کی ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

اس تحقیقی مطالعے میں ہم سورۃ الانفال میں واردان نداءات کا علمی و تحقیقی جائزہ لیں گے، جن میں یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کی پکار سے احکام دیے گئے ہیں۔ ہم ان احکام کی لغوی، تفسیری، فقہی اور عملی جہات کا جائزہ لیں گے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ قرآن کس انداز سے ایک مؤمن معاشرے کی تشکیل کرتا ہے اور ان احکامات کی عصری معنویت کیا ہے۔

یہ تحقیقی،طالعہ تین ابحاث پر مشتمل ہے۔ مبحث اول میں سورۃ الانفال میں یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کے ضمن میں صیغہ امر سے جو احکام بیان ہوئے یا ان کا استنباط کیا گیا ہے انہیں بیان کیا گیا ہے۔ مبحث دوم میں اس اسلوب کی آیات سے جو صیغہ نہی سے احکام بیان ہوئے انہیں بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ مبحث سوم میں اس اسلوب کی ان آیات کو لایا گیا ہے جن میں صیغہ امر و نہی دونوں موجود ہیں اور ان سے دونوں قسم کے احکام بیان ہوئے انہیں بیان کیا گیا ہے، تفصیل حسب ذیل ہے۔

یَاأَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا کی لغوی و معنوی تشریح و توضیح

اے ایمان والو کا محبت بھرا جملہ قرآن کریم نے نوے مقامات پر ارشاد فرمایا؛ جس میں اہل ایمان کو اپنا محبوب بندہ جان کر حکم دیا گیا ہے۔

امام ابن جریر طبری نے اس آیت کا معنی یہ بیان فرمایا:

" يا أيها الذين آمنوا" يا أيها الذين أقرُّوا بتوحيد الله ورسالة رسوله صلى الله عليه وسلم وما جاءهم به من عند ربهم"[1]

اے ایمان والو یعنی اے وہ لوگو جنہوں نے اقرار کیا اللہ تعالیٰ کی توحید کا اور اس کے بھیجے ہوئے رسول مکرم ﷺ کی رسالت کا اور جو احکامات و کتاب وہ ان کی طرف ان کے رب کے پاس سے لایا اس کا اقرار کیا۔

یہ وہ اعزاز ہے جو اس امت کے غلامان وفا کیش کو عطا ہوا ورنہ اس سے پہلے امم سابقہ کو اس لفظ سے خطاب نہیں کیا گیا بلکہ تورات نے اپنے پیروکاروں کو ایھا المساکین کے خطاب سے پکارا۔ امام عبداللہ بن وہب اپنی جامع میں لکھتے ہیں:

" وأخبرني من سمع أبا الأحوص يقول عن الأعمش عن خيثمة بن عبد الرحمن قال: كل شيء في القرآن {يا أيها الذين آمنوا} فموضعه في التوراة: يا أيها المساكين"[2]

حضرت اعمش سے روایت ہے کہ خیثمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں؛ قرآن کریم کا تمام خزانہ اس جملے میں ہے؛ ہر وہ چیز جو قرآن میں ہے وہ "يا أيها الذين آمنوا" میں ہے۔ اور تورات میں اس کی جگہ أيها المساكين کا جملہ استعمال ہوا۔

امام ابو اللیث سمرقندی لکھتے ہیں:

"يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وهو من جوامع الكلم، لأنه قال يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا يعني صدقوا، ولم يقل بأي شيء صدقوا، معناه الذين صدقوا بوحدانية الله تعالى، وصدقوا بمحمد صلى الله عليه وسلم وبالقرآن، وصدقوا بجميع الرسل، وبالبعث، والحساب، والجنة، والنار"[3]

اے ایمان والو کا جملہ جوامع الکلم میں سے ہے، جس کا معنی ہے اے وہ لوگو جنہوں نے تصدیق کی اور جس چیز کی تصدیق مطوب ہے وہ مذکور نہیں ہے جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق، رسالت محمدی کی تصدیق، قرآن کریم کی تصدیق، تمام رسولوں کی تصدیق، بعث بعد الموت، حساب آخرت، جنت اور دوزخ کی تصدیق شامل ہیں اور یہ سب مومن کے لیے ضروری ہیں کہ وہ ان کی تصدیق کرے۔

امام ابو اللیث سمرقندی لکھتے ہیں قرآن کریم میں نداء کا صیغہ درج ذیل اغراض کے لیے استعمال ہوا:

" النداء في القرآن على سبع مراتب: نداء المدح، مثل قوله يا أَيُّهَا النَّبِيُّ يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا يا أَيُّهَا الرُّسُلُ. ونداء الذم، مثل قوله تعالى: يا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا يا أَيُّهَا الَّذِينَ هادُوا. ونداء التنبيه، مثل قوله يا أَيُّهَا الْإِنْسانُ. ونداء الإضافة، مثل قوله يا عِبادِيَ ونداء النسبة، مثل قوله: يا بَنِي آدَمَ يا بَنِي إِسْرائِيلَ. ونداء الاسم: مثل قوله يا إِبْراهِيمُ يا داوُدُ. ونداء التعبير، مثل قوله: يا أَهْلَ الْكِتابِ"[4]

قرآن کریم میں نداء سات اغراض کو متضمن ہے: نداء مدح جیسے اے نبی، اے ایمان والو، اے رسول۔ نداء مذمت جیسے اے کافرو، اے یہودیو۔ نداء تنبیہ جیسے اے انسان۔ نداء اضافت جیسے اے میرے بندو۔ نداء نسبت جیسے اے بنی اسرائیل۔ نداء اسم جیسے اے ابراہیم، اے داود۔ نداء تعبیر جیسے اے اہل کتاب۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

خبر وانشاء کے اعتبار سے قرآنی جملہ کی تحقیق

قرآن کریم مکمل طور پر انشاء کا حکم رکھتا ہے جس میں کذب کا احتمال نہیں بلکہ یہ صادق ومصدوق رب العلمین کالاریب کلام ہے جس کے بارے میں قرآن کریم نے ببانگ دہل اعلان کیا ہے:

" ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ"[5]

یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے، جو پرہیز گاروں کے لیے ہدایت (کا سامان) ہے۔

ویسے کلام کی دو قسمیں ہوتی ہیں: خبر اور انشاء۔

علامہ ابیاری نے کہا:

" قيل: ثلاثة: خبر، وطلب، وإنشاء، لأن الكلام إما أن يحتمل التصديق والتكذيب أولا. فالأول الخبر، والثانى إن اقترن معناه بلفظه فهو الإنشاء، وإن لم يقترن بل تأخر عنه فهو الطلب."[6].

بعض نے کہا کلام تین قسم کا ہوتا ہے؛ خبر، انشاء اور طلب۔ کیونکہ کلام یا تو تصدیق وتکذیب کا احتمال رکھتا ہے تو اس صورت میں اسے خبر کہا جاتا ہے ؛اور اگر اس کے ساتھ یہ کیفیت منسلک نہ ہو تو وہ انشاء ہوتا ہے اور اگر فی الفور تو یہ کیفیت نہ ہو لیکن بعد میں اس کا احتمال ہو تو اسے طلب کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم ایسا کلام ہے جس میں کذب کی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کذب کا احتمال ہے۔

دکتور رشید بن علی رضا نے تفسیر المنار میں لکھا ہے:

"أَنَّهُ حَتْمٌ لَا يَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْكَذِبَ كَمَا هُوَ شَأْنُ الْخَبَرِ لِذَاتِهِ فِي احْتِمَالِهِمَا"[7]

قرآن کریم حتمی کلام ہے جو صدق وکذب کا احتمال نہیں رکھتا جیسا کہ عام خبر کا طریقہ ہے کہ اس میں احتمال پایا جاتا ہے۔

گویا یہ وہ کلام ہے جس کی خبر میں بھی کذب کا احتمال نہیں ہے۔ لہٰذا قرآن کریم کے خبریہ جملے بھی معناً انشائیہ ہوں گے۔

امام شعراوی لکھتے ہیں:

"الكلام الخبري عندنا يحتمل الصدق والكذب لذاته، لكن لأن الخبر من الله فهو صادق. أما الكلام في ذاته فيحتمل الصدق ويحتمل الكذب، ولذلك يذيل الحق الآية بما يلي: {وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا}[8] وهل الصدق فيه تفاضل؟ . ليس في الصدق تفاضل، فمعنى الصدق مطابقة الكلام للواقع"[9]

ہمارے نزدیک خبری کلام ہو ہوتا ہے جو فی نفسہ صدق وکذب کا احتمال رکھتا ہے۔ لیکن جو خبر اللہ تعالی کی طرف سے ہمیں موصول ہوئی اس میں کوئی احتمال کذب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن خود فرماتا ہے: کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر سچی بات کرنے والا ہے؟۔ اور صدق کا معنی یہ ہے کہ کلام واقعہ کے مطابق ہو تو اللہ تعالی کی بیان کردہ اخبار واقعہ کے عین مطابق ہیں۔

اور جو قرآن کریم کی تکذیب کرے یا اللہ تعالی پر العیاذ باللہ جھوٹ کی تہمت لگائے تو وہ یقیناً ظالم ہے؛ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتراء کیا بعد اس کے (کہ کتاب مبین آگئی ہے) تو وہ ظالم ہے۔

مبحث اول: المامور بہ (اوامر)

مبحث اول مامور بہ سے متعلق ہے؛ یعنی سورۃ الانفال میں اس اسلوب کے تحت جو صیغہ امر سے احکام بیان ہوئے ان کی تفصیل و تحقیق پیش کی گئی ہے۔ اس فصل میں مامور بہ کی خاطر تین آیات لائی گئی ہیں، جن میں صیغہ امر کے ساتھ حکم الٰہی بیان ہوا۔

مامور بہ کی تعریف

مامور بہ کا معنی ہے ایسی چیز جس کا حکم دیا گیا ہو اور یہ امر سے مشتق ہے جس کی وضاحت حسب ذیل ہے۔

ابن فارس نے امر کی تعریف یوں بیان کی ہے:

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

"الأمر عند العرب ما إذا لم يفعله المأمور به سمي المأمور به عاصياً. ويكن بلفظ "افعلْ" و"ليفعل" نحو: {أَقِيمُوا الصَّلَاةَ} ونحو قوله: {وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ}"[10]

امر کا معنی اہل عرب کے ہاں یہ ہے کہ مامور بہ جسے نہ کرپائے تو وہ گنہگار شمار ہوگا اور یہ افعل اور لیفعل کے صیغوں کے ساتھ صادر ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ: نماز ادا کرو، اور اسی طرح حکم باری تعالیٰ: انجیل کے ماننے والوں کو فیصلہ کرنا چاہیے۔

محمد علی سراج نے اس کی تعریف یوں بیان کی:

"الأمر ما تطلب به شيء بعد زمن التكلم نحو: اقرأ وافهم. وعلامته أن يقبل نون التوكيد مع دلالته على الطلب كاقرأنّ وافهمن"[11]

امر سے مراد یہ کہ جس کے ساتھ کوئی چیز طلب کی جائے تکلم کے زمانہ کے بعد جیسے تو پڑھ، اور تو سمجھ۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ تاکید کی خاطر نون تاکید کو قبول کرتا ہے اور ساتھ ہی اس کی دلالت طلب بھی موجود رہتی ہے جیسے تم ضرور پڑھو اور ضرور سمجھو۔

ان تعریفات کی روشنی میں ثابت ہوا کہ مامور بہ ایسا کام ہے جس کے کرنے سے انسان ثواب پاتا ہے اور نہ کرنے سے آمر حقیقی کی نافرمانی کی وجہ سے گنہگار ہوتا ہے۔ لہٰذا اس فصل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیئے گئے اوامر پر بحث کی گئی ہے۔

حکم الٰہی اور حکم نبوی پر لبیک کہنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ "[12]

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے بلانے پر حاضر ہو جایا کرو جب وہ تمہیں بلائیں اس چیز کی طرف جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بندے اور اس کی قلبی کی کیفیتوں میں حائل رہتا ہے اور یہ کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھایا جائے گا۔

استنباط احکام

اس آیت کا شان نزول صراحۃ مذکور نہیں ہے؛ تاہم علماء مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل احکام مستنبط فرمائے ہیں:

1. وہ کون سی چیز ہے جس کی طرف اللہ کے رسول ﷺ بلاتے ہیں اور اس میں ماننے والوں کے لیے زندگی ہے؟
2. نماز میں نبی کریم ﷺ کو جواب دینا۔
3. اللہ تعالیٰ کا حائل ہونا۔

نبی کریم ﷺ کی دعوت حیات آفرین

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

" قَالَ: لِمَا يُحْيِيكُمْ فَهُوَ الْإِسْلَامُ، أَحْيَاهُمْ بَعْدَ مَوْتِهِمْ، بَعْدَ كُفْرِهِمْ " وَقَالَ آخَرُونَ: لِلْحَقِّ وَقَالَ آخَرُونَ: مَعْنَاهُ: إِذَا دَعَاكُمْ إِلَى مَا فِي الْقُرْآنِ قَالَ: هُوَ هَذَا الْقُرْآنُ فِيهِ الْحَيَاةُ وَالْعِفَّةُ وَالْعِصْمَةُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ "وَقَالَ آخَرُونَ: مَعْنَاهُ: إِذَا دَعَاكُمْ إِلَى الْحَرْبِ وَجِهَادِ الْعَدُوِّ "[13]

نبی کریم ﷺ کے بلانے کا مصداق یہ ہے:

1. وہ اسلام کی طرف بلاتے ہیں جس میں ہر جواب دینے والے کے لیے حیات آفرین پیغامات ہیں۔
2. یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کفر کے بعد دوبارہ زندگی دیتا ہے جو حقیقی زندگی ہے۔
3. اس کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ قرآن مجید ہے۔
4. ایک معنی یہ ہے کہ جہاد اور جنگ کی طرف دعوت ہے اور اسی میں زندگی ہے۔

نماز میں نبی کریم ﷺ کو جواب دینے کا حکم

سنن ترمذی میں روایت ہے:

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُبَيٍّ وَهُوَ يُصَلِّي، فَدَعَاهُ: أَيْ أُبَيُّ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ أُبَيٌّ، وَلَمْ يُجِبْهُ. ثُمَّ إِنَّ أُبَيًّا خَفَّفَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيْ: رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «وَعَلَيْكَ، مَا مَنَعَكَ إِذْ دَعَوْتُكَ أَنْ تُجِيبَنِي؟» قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنْتُ أُصَلِّي. قَالَ: " أَفَلَمْ تَجِدْ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ {اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ} ؟ " قَالَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا أَعُودُ"[14]

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ ابی کے پاس سے گذرے جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ نے ابی کو بلایا اے ابی؛ حضرت ابی نے آپ کی طرف التفات فرمایا اور کچھ جواب نہ دیا پھر نماز میں تخفیف کی اور حاضر خدمت ہوئے السلام علیکم جی یا رسول اللہ تو آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا میں نے تجھے بلایا لیکن آپ نہیں آئے تو عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا آپ نے وہ حکم الٰہی نہیں پڑھا جو میری طرف وحی کیا گیا تو عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ضرور پڑھا ہے لیکن دوبارہ ایسا نہیں کروں گا۔

ایک اور روایت میں ہے:

" قَالَ أُبَيٌّ: لَا جَرَمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا تَدْعُونِي إِلَّا أَجَبْتُ، وَإِنْ كُنْتُ أُصَلِّي "[15]

ابی نے کہا بیشک یا رسول اللہ میں نے وہ آیت سنی ہے؛ آج کے بعد آپ مجھے جو نہی بلائیں گے میں لبیک کہوں گا اگرچہ میں نماز پڑھ رہا ہوں گا۔

امام زمخشری نے کہا اس کی دو توجیہات ہیں:

" فيه قولان، أحدهما: إن هذا مما اختص به رسول الله صلى الله عليه وسلم. والثاني أن دعاءه كان لأمر لم يحتمل التأخير"[16]

ایک یہ کہ یہ معاملہ نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے تھا کہ آپ جس کو بلاتے وہ نماز چھوڑ کر آپ کی بات جواب دیتا؛ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ معاملہ ایسا تھا جو تاخیر کی مہلت نہیں رکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا حائل ہونا

اللہ تعالیٰ کس چیز میں حائل ہوتا ہے؛ اس کی وضاحت میں مفسرین نے کئی اقوال لکھے ہیں؛ مثلا:

امام طبری نے کہا:

" يَحُولُ بَيْنَ الْكَافِرِ وَالْإِيمَانِ وَبَيْنَ الْمُؤْمِنِ وَالْكُفْرِ "[17]

اللہ تعالیٰ کافر اور اس کے ایمان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتا؛ یا پھر مومن اور کفر کے مابین حائل ہوتا ہے جب ایک بندہ مومن کفر کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کافر نہیں ہونے دیتا۔

امام بغوی نے کہا:

" يَحُولُ بَيْنَ الْكَافِرِ وَطَاعَتِهِ، وَبَيْنَ الْمُؤْمِنِ وَمَعْصِيَتِهِ"[18]

کافر اور اس کی اطاعت الٰہی کے مابین حائل ہوتا ہے تاکہ وہ پروردگار کی فرمانبرداری نہ کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مومن اور اپنی نافرمانی کے مابین حائل ہو جاتا ہے تاکہ اس کا مومن بندہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔

مقاتل بن سلیمان نے کہا:

" يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَعَقْلِهِ، فَلَا يَدْرِي مَا يَعْمَلُ"[19]

اللہ تعالیٰ بندے اور اس کی عقل کے مابین حائل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ وہ کیا کام کرے۔

امام رازی نے کہا:

" مَعْنَاهُ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ أَنْ يَقْدِرَ عَلَى إِيمَانٍ أَوْ كُفْرٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ"[20]

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل کے مابین یوں حائل ہوتا ہے کہ وہ کفر کرنے یا ایمان لانے پر قادر نہیں ہوتا الا یہ کہ اس کی اسے اجازت عطا ہوتی ہے۔

گویا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ تمہاری جان ومال کا مالک ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں کے ارادوں پر بھی قبضہ قدرت رکھتا ہے جب تک وہ نہ چاہے تم کسی چیز کا ارادہ کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے ہو حتی کہ ایمان اور کفر لانے میں بھی اذن اسی کا ہی چلتا ہے کیونکہ وہ اس جان کا اور اس کائنات کا مالک ہے؛ جیسے چاہے تصرف فرمائے، ہمیں اس پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ اور ہمارا ایمان لانا یا کفر کرنا اسی کے علم میں ازل سے ہے اور یہی اس کا علم تقدیر کہلاتا ہے۔ اسی لیے سرکار اقدس ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے:

" عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ: "يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ"، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ آمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهِ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا؟ قَالَ: "الْقُلُوبُ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللَّهِ يُقَلِّبُهَا"[21]

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں؛ رسول کریم ﷺ کہا کرتے تھے اے دلوں کے پھیرنے والے مجھے اپنی دین پر ثابت قدم رکھ؛ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ پر ایمان لائے اور جو چیز آپ لائے اس پر بھی ایمان لائے؛ کیا آپ کو ہم پر بھی خوف ہے تو فرمایا بندوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے مابین ہیں جیسے چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے۔

نعمت فرقان کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ"[22]

اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں وہ قوت عطا کرے گا جس کی وجہ سے تم حق وباطل کے مابین فرق کر لوگے اور وہ تمہاری خطائیں مٹا دے گا اور بخش دے گا اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

شان نزول

اس آیت کریمہ میں بنیادی طور پر تقویٰ کا حکم بیان کیا گیا ہے اور تقویٰ کے ثمرات کو تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے کہ تاکہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور دنیا وآخرت کی کامرانیوں سے ہمکنار ہوں؛ اس آیت کا شان نزول علماء مفسرین نے بیان نہیں کیا البتہ اس کے معانی ومفاہیم پر مفسرین نے سیر حاصل بحث کی ہے۔

استنباط احکام

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل ایمان کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر بطور نعمت عطائے فرقان کا ذکر کیا ہے اور جو ایسا جامع لفظ ہے جو اپنی آغوش میں معانی کا بحر ذخار سموئے ہوئے ہے۔

فرقان کے معانی

امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرقان کے درج ذیل معانی ذکر کیے ہیں:

" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ: يَجْعَلْ لَكُمْ فرقانا يَقُولُ: نَصْرًا.عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ: ----- وَالْفُرْقَانُ:الْمَخْرَجُ.وَرُوِيَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَعِكْرِمَةَ وَالضَّحَّاكِ وَقَتَادَةَ وَالسُّدِّيِّ وَمُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ- غَيْرَ أَنَّ مُجَاهِدًا قَالَ: مَخْرَجًا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَفِي أَحَدِ قَوْلَيِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالسُّدِّيِّ: نَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ.عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزبير يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا أَيْ فَصْلاً بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، يُظْهِرُ اللَّهُ بِهِ حَقَّكُمْ وَيُطْفِئُ بِهِ بَاطِلَ مَنْ خَالَفَكُمْ"[23]

1. حضرت ابن عباس سے ایک قول یہ مروی ہے کہ فرقان کا معنی اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید ہے یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں اپنی طاقت عطا فرمائے گا اور غیبی امداد فراہم کرے گا۔
2. دوسرا معنی مخرج ہے یعنی نکلنے کا راستہ؛ گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اگر تم مجھ سے ڈرو گے تو میں مشکلات سے نکلنے کا راستہ عطا کروں گا۔
3. تیسرا معنی یہ ہے کہ دنیا وآخرت میں وہ تمہیں نکلنے کا اچھا راستہ عطا کرے گا۔
4. چوتھا معنی جسے سدی نے نقل کیا ہے کہ فرقان کا معنی قیامت کے دن کی نجات ہے۔
5. پانچواں معنی حق وباطل کے مابین فرق اور فاصلہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ حق کو غالب کر دے گا اور تمہارے مخالف کے اشتعال انگیز باطل کرتوتوں کو بجھا دے گا۔

6. امام ماوردی نے اس کا معنی فتح بھی بیان کیا ہے۔"فتحاً ونصراً, قاله الفراء"[24]

اور اس معنی کو امام فراء شیخ النحو نے ذکر کیا ہے؛ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام ہے کہ اے ایمان والو اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو فتح و نصرت تمہارے در دولت کی باندی بن کر تمہارے قدم چومے گی۔ تمام معانی اپنی جگہ پر درست اور بر موقع راجح ہیں کیونکہ یہ کتاب حکمت ہر دور کے لیے کافی ہے۔

ثابت قدمی اختیار کرنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ"[25]

اے ایمان والو جب تم فوج سے مقابلہ کرو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

شان نزول

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

"قال أبو جعفر: وهذا تعريفٌ من الله جل ثناؤه أهل الإيمان به، السيرةَ في حرب أعدائه من أهل الكفر به، والأفعالَ التي يُرْجَى لهم باستعمالها عند لقائهم النصرة عليهم والظفر بهم. ثم يقول لهم جل ثناؤه: "يا أيها الذين آمنوا"، صدقوا الله ورسوله إذا لقيتم جماعة من أهل الكفر بالله للحرب والقتال، فاثبتوا لقتالهم، ولا تنهزموا عنهم ولا تولوهم الأدبار هاربين"[26]

ان آیات بینات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی تعریف بیان کی ہے کہ وہ دشمن سے جنگ کرتے ہوئے اور بوقت جنگ ایسی تدبیر سے لڑتے ہیں کہ فتح و نصرت کی امید کی جاتی ہے پھر فرمایا اے ایمان والو جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تصدیق کی؛ جب تم کافروں سے جنگ کرو تو ڈٹ جایا کرو اور شکست خوردہ ہو کر، بھاگتے ہوئے انہیں پیٹھ نہ دکھاؤ۔

استنباط احکام

آداب جہاد

قرآن کریم کے ختم کا ثواب

ذکر کی فضیلت

آداب جہاد کا بیان

مولانا محمد اشرف علی تھانوی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آداب جہاد کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ جب تمہارا آمنا سامنا کفار سے ہو تو حالت جنگ میں بھی ان آداب کا لحاظ رکھو:

اول: راہ حق پر ثابت قدم رہو۔

دوم: اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو کیونکہ ذکر سے قوت قلب میں اضافہ ہوتا ہے اور جب تمہارے قدم بھی ثابت ہوں گے اور دل بھی ثابت تو یقیناً فتح تمہاری ہی ہوگی۔

سوم: اللہ اور اس کے رسول مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اطاعت کرو تا کہ کوئی کام اس دوران خلاف شرع ظہور پذیر نہ ہو کہ اللہ کی ناراضگی تم پر ٹوٹ پڑے۔

چہارم: اپنے امام (سپہ سالار) سے مت جھگڑو اور آپس میں بھی نہ الجھو کیونکہ نا اتفاقی سے ہمت اور حوصلے پست ہو جاتے ہیں، قوت منتشر ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے پر اعتماد ختم ہو جاتا ہے جس سے مسلمانوں کے رعب و جلال میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔

پنجم: کسی خلاف ناگوار واقعہ کے پیش آنے پر صبر سے کام لو کہ اللہ تعالیٰ صبر سے کام لینے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

ششم: فخر و غرور سے دور رہو اور نمائش میں مبتلا نہ ہو جاؤ کہ یہ کافروں کا طریقہ ہے اور ہوا بھی یہی کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی شیخی کو زمین میں ملا دیا۔[27]

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

قرآن کریم کے ختم کا ثواب

امام ابن وہب اپنی جامع میں نقل کرتے ہیں:

حضرت کعب الاحبار سے مروی ہے کہ جس نے قرآن کا ختم کیا اللہ تعالیٰ اس کا لاکھ حوروں سے نکاح کرے گا اور ہر زوجہ کی لاکھوں کروڑوں خادمائیں ہوں گی اور خدمت پر مامور غلام ہوں گے اور جس نے قرآن کا کچھ حصہ پڑھا تو اس حساب سے اسے حوران بہشت دی جائیں گی اگر اس نے مسلسل پڑھ کر ختم کیا تو اللہ تعالیٰ اسے کئی گنا ثواب دے گا اور اس کے لیے جنت میں شہر تعمیر کروائے گا اور یاقوت اور موتیوں سے جڑے ہوئے گھر بنوائے گا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے۔[28]

ذکر کی فضیلت

امام ابن جریر لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے (ذکر کی صورت میں) اپنے بندوں پر نماز فرض کی ہے لیکن اس کی حد بیان کر دی اور معذور کو اس کی رعایت بھی دی لیکن ذکر ایسی عبادت ہے جس کی کوئی حد بھی نہیں بیان کی گئی اور اس پر عذر بھی قبول نہیں ہاں یہ کہ وہ مغلوب العقل ہو جائے تو الگ بات ہے لیکن ذکر میں حکم یہ ہے کہ کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، رات کو، دن کو، خشکی وتری میں سفر وحضر میں، فقر وغنیٰ میں، بیماری وصحت میں، سرا اور علانیہ، الغرض ہر حال میں ذکر کا حکم ہے۔[29]

امام ابن وہب اپنی جامع میں نقل کرتے ہیں:

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن کریم اور ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی نماز اور قتال کا حکم نہ دیتا؛ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بوقت جنگ بھی ذکر جاری رکھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت کعب کہتے ہیں اللہ کے بندوں میں سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کا کلام خوبصورت ہو اور بدترین لوگ وہ ہیں جن کی گفتگو بری ہو۔ اور جس نے یہ اقرار کیا کہ اللہ ایک ہے تو اللہ تعالیٰ نار جہنم پر اس کے گوشت پوست کو حرام کر دے گا۔[30]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

" افْتَرَضَ اللَّهُ ذِكْرَهُ عِنْدَ أَشْغَلِ مَا تَكُونُونَ عِنْدَ الضِّرَابِ بِالسُّيُوفِ "[31]

اللہ تعالیٰ نے ذکر کو جنگ کی حالت میں فرض کیا ہے کہ جب تمہاری تلوار چلے تو تمہاری زبان پر اللہ کا نام جاری ہو۔

تجزیہ

1. اللہ کے رسول اپنی امت کو اس جانب بلاتے ہیں جس میں ان کے لیے زندگی کی ضمانت ہوتی ہے۔
2. اس حیات بخش چیز سے مراد دین اسلام، راہ حق، قرآن کریم، جہاد، کفر کا قلع قمع کرنا ہے۔
3. نبی کریم ﷺ کی خاصیات میں سے یہ ہے کہ آپ جس صحابی کو بھی آواز دیتے تو وہ بحالت نماز بھی آپ کو جواب دینے کا پابند تھا۔ امام زمخشری نے اسے نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے شمار کیا ہے۔
4. بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے مابین ہیں وہ جیسے چاہتا ہے ان دلوں کو پھیرتا ہے۔
5. اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو گناہوں سے روکنے کے لیے ان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔
6. تقویٰ کی بناء پر اللہ تعالیٰ نعمت فرقان سے سرفراز فرماتا ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو فتح عطا فرماتا ہے؛ اپنی غیب نصرت وتائید عطا کرتا ہے۔
7. حالت جنگ میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے ثابت قدم رہنے کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی ذکر کرنے بھی حکم دیا ہے تا کہ جونہی تلوار چلے تو مجاہدین کی زبانوں سے کلمۃ اللہ کا نعرہ بلند ہو جو دشمن کو مرعوب کرے گا۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

8. ذکر کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ہر حال میں اہل ایمان پر فرض ہے چاہے سفر ہو، حضر ہو، رات ہو، دن ہو، صحت ہو، بیماری ہو؛ چاہے بیٹھے ہوئے ہو یا تم حالت قیام میں ہو۔

مبحث دوم: المنہی عنہ (نواہی)

مبحث دوم منہی عنہ (جن امور سے منع کیا گیا) سے متعلق ہے؛ یعنی سورۃ الانفال میں اس اسلوب کے تحت جو صیغہ نہی سے احکام بیان ہوئے ان کی تفصیل و تحقیق پیش کی گئی ہے۔ اس فصل میں منہی عنہ کی خاطر دو آیات لائی گئی ہیں، جن میں صیغہ نہی کے ساتھ حکم الہٰی بیان ہوا۔

منہی عنہ کی تعریف

منہی عنہ ایسا فعل ہے جس سے حضرت شارع کی طرف سے مکلف شخص کو منع کیا گیا ہے اور اس کی تعریف مختلف محققین نے اپنے انداز میں بیان کی ہے ؛ابن فارس نے کہا امر اور نہی کی تعریف میں کوئی خاصہ فرق نہیں بلکہ یہ امر کی نفی کا نام ہے گویا جس طرح امر کے ترک سے گناہ ملتا ہے اسی طرح نہی کے ترک سے بھی گناہ ملتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"فأما "النهي" فقولك: "لا تَفْعَلْ"، لا فرق عندهم في ذلك بين الأمر والنهي"[32]

نہی فعل مضارع پر حرف نفی لانا ہے جیسے لاتفعل اور اہل عرب کے نزدیک امر و نہی کے مابین کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح خادم کو کوئی کام کہا جائے اور وہ نہ کرے تو وہ عاصی ہے اور اسی طرح اگر اسے بولنے سے منع کیا جائے اور وہ بات کر لے تو وہ اسی طرح عاصی اور نافرمان ہے۔

" أمّا العرب فليس يُحفظُ عنهم في ذلك شيء، غير أن العادة بأنَّ من أمر خادمه بسقيه ماءً فلم يفعل، أنّ خادمه عاصٍ: وان الآمر مَعْصِيّ. وكذلك إذا نهى خادمَه عن الكلام فتكلّم"[33]

اہل عرب اس بات کی رعایت نہیں کرتے سوائے اس کے کہ عادت یہ ہے کہ جس نے اپنے خادم کو پانی پلانے کا حکم دیا اور وہ ایسا نہ کرے تو اس کا خادم عاصی اور نافرمان کہلاتا ہے اور حکم دینے معصی یعنی جس کی نافرمانی کی گئی شمار ہوتا ہے؛ بعینہ اگر اس نے اپنے خادم کو بات کرنے سے منع کیا اور وہ بات کر دے تو بھی وہ عاصی شمار ہوتا ہے۔

تعریف مذکور کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ نہی ایسا فعل ہے جو جانب نہی میں ترک فعل کا متقاضی ہوتا ہے اور اس میں بھی حکم دیا جاتا ہے لیکن وہ حکم کسی فعل کے نہ کرنے کا ہوتا ہے جیسے کوئی کہے تو یہ کام نہ کر، تو اس فصل میں اللہ تعالیٰ کے نواہی احکام کو بیان کیا گیا ہے۔

حالت جنگ میں فرار ہونے سے ممانعت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ"[34]

اے ایمان والو جب جنگ میں لشکر کفار سے ملو تو انہیں پیٹھ نہ دکھاؤ۔

شان نزول

اس مکمل سورت میں مضامین متصل ہیں جس کی وجہ سے ہر آیت کا الگ شان نزول علماء مفسرین نے بیان نہیں کیا بلکہ اس آیت کریمہ کا سیاق یا احکام کو بیان کیا ہے؛ اس آیت کریمہ میں دشمن کو پیٹھ دکھا کر راہ فرار ہونے سے منع کیا گیا ہے تا کہ اسلام کی عزت و عظمت پر حرف نہ آئے۔

استنباط احکام

فوج کی قلت و کثرت کی صورت میں بھاگنے کا حکم

کبیرہ گناہوں کا بیان

زحف کا معنی و مفہوم

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

جنگ سے فرار ہونے کا حکم

جنگ میں فرار ہونا گناہ کبیرہ ہے؛ فتح کا مدار افرادی قوت پر نہیں ہے بلکہ قوت ایمانی پر ہے؛ غزوہ بدر کا واقعہ اس کی واضح دلیل ہے جب کفار مسلمانوں سے تین گنا تھے، غزوہ احد میں بھی اسی طرح کفار تین گنا زیادہ تھے، غزوہ موتیٰ میں تین ہزار مسلمانوں نے دولاکھ رومیوں کا مقابلہ کیا، الغرض جنگ یرموک کو لیجیے جب کفار کے لشکر کی تعداد دولاکھ سے متجاوز تھی اور مسلمان فوج ساٹھ ہزار کے قریب تھی لیکن ہمیشہ فتح اسلام کے جھنڈے تلے رقص کناں رہی۔ اندلس کی فتح پر نظر دوڑایئے جب طارق بن زیاد سترہ سو مجاہدین کے ہمراہ میدان میں اترے اور دوسری جانب ذریق کے پاس ستر ہزار طاغوتی طاقت تھی لیکن اسلام نے فتح پائی۔[35]

امام شافعی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے:

"روى الشَّافِعِي رحمه الله بإسناد آخر عن ابن عباس رضي اللَّه عنهما قال:من فرَّ من ثلاثة: فلم يفرَّ، ومن فرَّ من اثنين: فقد فرَّ"[36]

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب تین بندوں میں سے ایک بھاگ جائے تو یہ گویا کوئی نہیں بھاگا کیونکہ مقابلہ بدستور جاری رہے گا لیکن دو میں سے اگر ایک بھاگ جائے تو وہ بھاگنے والا شمار ہو گا۔

میدان جنگ سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے

علامہ طنطاوی نے الوسیط میں لکھا ہے:

گناہ کبیرہ یہ ہیں: کسی ایسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے مارنا حرام قرار دیا ہو، جنگ کے دن میدان جنگ سے بھاگنا، ناحق طور پر یتیم کا مال ہڑپ کرنا، سود کھانا، بہتان طرازی کرنا، اور جادو کرنا۔[37]

مولانا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں:

"میدان جنگ سے بھاگنا حرام ہے؛ اگر مجاہدین کو جگہ چھوڑنے کی ذرا سی گنجائش دی جائے تو نظام عسکری فوراً تشریف لے جائے اس لیے دنیا کے کسی بھی حربی قانون میں اس کی ذرا بھی اجازت نہیں بلکہ بزدلی ایک ناقابل عفو جرم ہے اور پھر لشکر اسلام کا تو ہر سپاہی خدا کا سپاہی ہوتا ہے وہ اپنی جان بیچ کر اور وعدہ جنت لے کر ہی میدان جنگ میں قدم رکھتا ہے اس کے لیے تو بزدلی کی اتنی بھی گنجائش نہیں نکل سکتی جتنی کسی دنیوی لشکر میں ممکن ہے۔ میدان جہاد سے بھاگنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے اور میدان جہاد سے بھاگنے والے کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔"[38]

کبیرہ گناہوں کا بیان

امام ابن جریر طبری بیان کرتے ہیں:

حدثنا أبو كريب قال، حدثنا هشيم قال، أخبرنا منصور وهشام، عن ابن سيرين، عن عبيدة أنه قال: الكبائر: الإشراك، وقتل النفس الحرام، وأكل الربا، وقذف المحصنة، وأكل مال اليتيم، والفرارُ من الزحف، والمرتدّ أعرابيًّا بعد هجرته"[39]

گناہ کبیرہ یہ ہیں: شرک باللہ، قتل نفس، سودخوری، پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگنا اور کسی بدوی مہاجر کا مرتد ہونا۔

حدیث پاک میں ہے:

" فقال: ما من عبد يصلي الصلوات الخمس، ويصوم رَمضان، ويخرج الزكاة، ويجتنب الكبائر السبعَ، إلا فتحت له أبواب الجنة، ثم قيل: ادخل بسلام"[40]

جو شخص پانچ نمازیں پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، سات بڑے گناہوں سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیتا ہے اور فرماتا ہے سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جا۔

حدیث پاک میں ہے؛ نبی ختمی المرتبت نے ارشاد فرمایا:

"قال: الكبائر سبع: قتل النفس، وأكل الربا، وأكل مال اليتيم، ورمي المحصنة، وشهادة الزور، وعقوق الوالدين، والفرار يوم الزحف"[41]

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

سات بڑے گناہ ہیں: قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کے مال کو ہڑپ کرنا، پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا، جھوٹی گواہی دینا، والدین کی نافرمانی کرنا، میدان جنگ سے فرار ہونا۔

زحف کا معنی و مفہوم

اس آیت کریمہ میں لفظ زحف استعمال ہوا جس کے بارے میں امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

زحف کا لغوی معنی بچے کا سرین کے بل یا گھٹنوں پر کھسکنا، اور اسی سے لشکر کے چلنے کا معنی لیا گیا ہے جس کا معنی ہے لشکر کا کثرت کے سبب آہستہ آہستہ آگے بڑھنا؛ اور اسی سے اونٹ کے چلنے کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے یعنی اونٹ تھک ہار کر آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔[42]

خیانت سے بچو

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"يأأيها الذين آمَنُواْ لاَ تَخُونُواْ الله والرسول وتخونوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ"[43]

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں بھی دانستہ طور پر خیانت نہ کرو۔

شان نزول

مفتی محمد شفیع صاحب نے اس آیت کا شان نزول یوں بیان فرمایا:

اگرچہ یہ آیت حکم کے اعتبار سے عام ہے لیکن اکثر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ حضرت ابولبابہ کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ واقعہ غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر پیش آیا جب نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کے ہمراہ اکیس دنوں تک ان کا محاصرہ کیے رہے؛ جس سے تنگ آکر انہوں نے مدینہ چھوڑ کر شام چلے جانے کی درخواست کی لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی اور فرمایا کہ اس شرط پر صلح ہو سکتی ہے کہ سعد بن معاذ جو کہیں وہ قبول کرلو لیکن انہوں نے درخواست کی ان کی طرف ابولبابہ کو ثالث مقرر کیا جائے اور انہیں ابولبابہ سے رعایت کی امید تھی کیونکہ ان کے عیال بنو قریظہ میں تھے؛ چنانچہ جب ابولبابہ وہاں پہنچے تو ان کے مرد اور عورتیں سب ابولبابہ کے گرد جمع ہوگئیں اور گریہ وزاری کرنے لگیں کہ کیا ان کے لیے کوئی رعایت کی جائے تو آپ ان کی آہ وفغاں سن کر اور اپنی اولاد کی محبت میں پسیج گئے اور انہیں اشارے سے اپنے گلے پر تلوار کی مثل ہاتھ کھینچا جس سے انہیں سمجھ آگئی کہ ان پر تلوار چلادی جائے گی؛ تو اس طرح ابولبابہ نبی کریم ﷺ کا راز فاش کر بیٹھے، جس پر انہیں شدید ندامت ہوئی جب واپس لوٹے تو بجائے اس کے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے؛ وہ سیدھے مسجد نبوی میں گئے اور اپنے آپ کو ستون کے ساتھ باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک ان کی توبہ قبول نہ ہوگی وہ یوں ہی بندھے رہیں گے؛ جب نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا اگر ابولبابہ میرے پاس چلے آتے تو میں ان کے لیے استغفار کرتا تو ان کی لغزش معاف کردی جاتی لیکن انہوں نے اپنے آپ کو مشروط طور پر پابند کردیا ہے لہذا اب انہیں انتظار کرنی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو کب قبول فرماتے ہیں؛ سات دن تک یوں بندھے رہے؛ ان کی بیٹی اور بیوی ان کی ضروریات پوری کرتیں؛ کھانا لے جاتیں اور نماز کے وقت اور ضرورت کے وقت ان کی رسیاں چھوڑ دیتی تھیں پھر اسے باندھ دیتی تھیں پھر جب رات کے وقت ان کی توبہ کی قبولیت کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں اور لوگوں نے ابولبابہ کو یہ خوشخبری سنائی اور چھوڑنا چاہا تو انہوں نے کہا میں اس وقت رہائی قبول نہیں کروں گا یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ خود آکر ان کی رسیاں کھولیں تو صبح کے وقت نبی کریم ﷺ نماز کے لیے تشریف لائے تو آپ نے انہیں رہا کیا۔[44]

استنباط احکام

اس آیت کریمہ میں امانت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ جس کی وضاحت حسب ذیل ہے۔

امانت کی حفاظت

امانت کی حفاظت واجب ہے؛ اس بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں جن میں امانت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

اے اہل ایمان تم اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو کیونکہ تم بخوبی جانتے ہو کہ امانت کی حفاظت واجب ہے اور خیانت کرنے کا بہت بڑا گناہ ہے لہذا اس خیانت سے بچو اور خیانت کا معنی ہے کسی چیز میں نقص یا کمی ڈالنا؛ لہذا کسی شخص کے حقوق میں کسی طرح بھی کمی کرنا خیانت ہے؛ اسی طرح اللہ کا دین بھی امانت ہے اس میں بھی کسی طرح کی کمی بیشی روا نہیں ہے لہذا حکم خدا ہے کہ اس کے احکام پوری طرح بجالاؤ ان میں کوتاہی نہ کرو اور اس کی حدود کی پاسداری کرو اور ان پر قائم رہو۔[45]

امانت کے متعلق احادیث طیبہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہوا اور قیامت کے متعلق سوال کیا:

جب نبی کریم ﷺ نے گفتگو ختم فرمائی اور فرمایا وہ سائل کہاں ہے؟ تو اس نے کہا میں ہوں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا جب امانت ضائع ہونے لگے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ عرض کی امانت کیسے ضائع ہو گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جب معاملہ نا اہل شخص کو سونپا جانے لگے تو قیامت کی انتظار کر۔[46]

" قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُحِبَّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَلْيَصْدُقِ الْحَدِيثَ، وَلْيُؤَدِّ الْأَمَانَةَ، وَلَا يُؤْذِ جَارَهُ»"[47]

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جسے پسند ہو کہ اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ وہ سچ بولے، امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔

" عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ يُرْفَعُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْأَمَانَةُ وَالْخُشُوعُ، حَتَّى لَا تَكَادَ تَرَى خَاشِعًا»"[48]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت سے سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ امانت اور خشوع و خضوع ہے یہاں تک کہ تم کسی خشوع والے آدمی کو نہ پاؤ گے۔

امانت بہت بڑی چیز ہے جو انسان کے وسط قلب میں نازل کی گئی ہے؛ احادیث میں اس امر کی وضاحت بیان ہوئی ہے کہ امانت اور قرآن کریم دو چیزیں ہی انسان کے دل میں نازل ہوئیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے یہی دو چیزیں اٹھالی جائیں گی۔ ان مذکورہ احادیث میں امانت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

تجزیہ

1. میدان جنگ میں فتح کا مدار افرادی قوت پر نہیں رکھا گیا بلکہ قوت ایمانی ہی سب کچھ ہے۔
2. سات بڑے گناہ ہیں: قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کے مال کو ہڑپ کرنا، پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا، جھوٹی گواہی دینا، والدین کی نافرمانی کرنا، میدان جنگ سے فرار ہونا۔
3. امانت اور قرآن دل کے وسط میں نازل ہوئے جن کی حفاظت بہت ضروری ہے؛ حدیث میں بیان ہوا کہ جو امانت کی حفاظت نہیں کرتا اس کا ایمان مکمل نہیں ہے۔
4. قیامت کے دن سب سے پہلے امانت اٹھالی جائے گی اور خیانت کو قرب قیامت کی نشانیوں میں سے شمار کیا گیا ہے۔

مبحث سوم: المامور بہ والمنہی عنہ کلیھما معا (امر و نواہی کے مشترک احکام)

مبحث سوم مامور بہ اور منہی عنہ دونوں سے متعلق احکام پر مشتمل ہے؛ یعنی سورۃ الانفال میں اس اسلوب کے تحت جو صیغہ امر اور نہی سے احکام بیان ہوئے ان کی تفصیل و تحقیق پیش کی گئی ہے۔ اس بحث میں اوامر و نواہی کی مشترک ایک آیت لائی گئی ہیں، جن میں صیغہ امر و نہی کے اشتراک سے حکم الٰہی بیان ہوا۔

اطاعت کا حکم اور روگردانی کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ"[49]

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور حکم الٰہی کو سن کر روگردانی نہ کرو۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

شان نزول

اس آیت کریمہ کا خاص شان نزول مفسرین کرام نے ذکر نہیں کیا؛ تاہم اس کا مصداق عام ہے جس میں تمام اہل ایمان کو اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی اطاعت شعاری کا حکم دیا گیا ہے اور احکام دین سے روگردانی کرنے سے روکا گیا ہے؛ اور یہ حکم خداوندی مختلف اسالیب کے ساتھ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے ۔سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ"[50]

اور رسول خدا جو تمہیں حکم دیں اسے قبول کرو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز آجاؤ؛ بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

اس جیسی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اطاعت کی ترغیب دی ہے تا کہ اس کے بندے وفاشعاری کا ثبوت دیں اور دین اسلام کی کماحقہ اتباع کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لکھتے ہیں:

"یعنی جب اللہ کے رسول ﷺ نے بدر کی طرف چلنے کا ارادہ کر لیا ہے تو پھر تمہاری طرف سے ردوقدح اور بحث واستدلال کیوں ہو رہا ہے ؟ تمہیں تو چاہیے تھا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی پر فوراسمعناواطعنا کہتے اور آپ ﷺ کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیتے، واضح رہے کہ یہاں خاص طور پر ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے اس موقع پر کمزوری دکھائی تھی"[51]

ڈاکٹر اسرار احمد کی اس تفسیر میں شان نزول کی مختصر جھلک نظر آئی جس میں یہ واضح ہوا کہ غزوہ بدر کے موقع پر کچھ اہل ایمان پسپا ہوئے تو انہیں حکم ربانی یاددلایا جارہا ہے اور از سر نو انہیں حکم دیا گیا ہے کہ تم کیوں پیچھے پسپا ہو رہے ہو؛ تم اطاعت کرو فتح تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام جاراللہ زمخشری لکھتے ہیں:

" وَلا تَوَلَّوْا قرئ بطرح إحدى التاءين وإدغامها، والضمير في عَنْهُ لرسول الله صلى الله عليه وسلم، لأنّ المعنى: وأطيعوا رسول الله كقوله: الله ورسوله أحق أن يرضوه، ولأنّ طاعة الرسول وطاعة الله شيء واحد مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطاعَ اللَّهَ فكأن رجوع الضمير إلى أحدهما كرجوعه إليهما، كقولك: الإحسان والإجمال لا ينفع في فلان. ويجوز أن يرجع إلى الأمر بالطاعة، أى: ولا تولوا عن هذا الأمر وامتثاله وأنتم تسمعونه. أو ولا تتولوا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا تخالفوه وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ أى تصدقون لأنكم مؤمنون لستم كالصمّ المكذبين من الكفرة"[52]

اس آیت کریمہ میں لفظ تولوا اصل میں تتولوا ہے یعنی دو تاء ہیں لیکن ایک تاء کو چھوڑ دیا اور اسے ادغام نہیں کیا(ورنہ وہ اتّولوا بن جاتا) اور عنہ میں بھی ضمیر واحد ذکر کی ہے جو اللہ اور اس کے رسول دونوں کی طرف راجع ہے کیونکہ معنی یہ ہے کہ تم اطاعت کرو اللہ کے رسول کی اور اطاعت رسول اور اطاعت خداوندی ایک چیز ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اسے (انہیں) راضی کیا جائے تو ان دونوں آیات میں ضمیر واحد کا مرجع تثنیہ ہے کیونکہ ان میں سے ذات واحد کی طرف ضمیر کے اسناد سے دوسری ذات کا اعتبار شامل ہو جاتا ہے۔ پھر یہاں ضمیر کا مرجع اطاعت بھی ہو سکتا ہے کہ تم ان دونوں کی اطاعت کرو اور ان دونوں کی اطاعت سے اعراض نہ کرو یا پھر ان کے احکامات مراد لیے جاسکتے ہیں کہ تم ان احکامات کی بجاآوری میں سر موانحراف نہ کرو کیونکہ تم اس کے احکامات سنتے ہو یعنی ان کی تصدیق کرتے ہو لہذا تم میرے رسول کی مخالفت نہ کرو اور اندھے بہرے کافروں کی مانند نہ ہو جاؤ۔

استنباط احکام

احکام الٰہی اور رسول کریم ﷺ کے احکامات کو سننے کے مراتب

منکرین سنت کا رد

مراتب سماع

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

سننے کے چار مراتب ہیں؛ پہلا مرتبہ اور درجہ یہ ہے کہ انسان کسی چیز کو سن لیتا ہے اور پھر مرتبہ ثانیہ یہ ہے کہ اسے سمجھتا ہے پھر تیسرا درجہ یہ آتا ہے کہ اس کو حق جانتے ہوئے اس پر عقیدہ رکھتا ہے اور چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ اس چیز کو سن کر، سمجھ کر، عقیدہ رکھ کر اس پر عمل کرتا ہے۔ اور ان اعتبارات اربعہ کی ترتیب میں بھی کمال کی جامعیت ہے؛ آخری مرتبہ کامل مومن کا ہے جو حکم خداوندی اور پیغام رسالت کو سنتا بھی ہے، سمجھتا بھی ہے، عقیدہ بھی رکھتا ہے، اور اس پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔ اگر اس میں سے چوتھا مرتبہ مفقود ہو تو وہ عام مومن کا مقام ہے کہ وہ حکم الٰہی کو سن، سمجھ کر عقیدہ رکھے ہوئے ہوتا ہے؛ لیکن عمل نہ کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوتا ہے لیکن "اے ایمان والو" کے ایمان افروز خطاب کا مخاطب ضرور بنتا ہے۔ پھر اس سے نیچے منافق کا درجہ ہے جو حکم خداوندی کو سنتا بھی ہے ؛ سمجھتا بھی ہے اور عقیدہ نہیں رکھتا۔ پھر اس سے کم تر درجہ سماع میں کافر ہے جو حکم خداوندی کے سننے کے بعد سمجھنے کی بھی کوشش نہیں کرتا۔

ان مراتب اربعہ کی تفصیل کے بعد آیت کریمہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اے میرے مومن بندو تم میری اطاعت کرو اور میرے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جنہوں نے کہا ہم نے سنا حالانکہ انہوں نے حقیقی معنوں میں سنا ہی نہیں تھا تو اس کا مصداق منافقین اور کفار ہیں جو حکم الٰہی کو صحیح معنوں میں سنتے ہی نہیں ہیں۔[53]

مفتی محمد تقی عثمانی اپنی تفسیر توضیح القرآن میں لکھتے ہیں:

"یہاں سننے سے مراد سمجھنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ کافر لوگ کانوں سے تو سننے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، اس لحاظ سے وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ بے زبان جانور اگر کسی کی بات نہ سمجھیں تو اتنی بری بات نہیں ہے، ان میں یہ صلاحیت پیدا ہی نہیں کی گئی اور نہ ان سے مطالبہ ہے لیکن انسانوں میں تو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کر دی گئی ہے اور ان سے یہ مطالبہ بھی ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر کوئی راستہ اپنائیں اگر وہ سمجھنے کی کوشش نہ کریں تو جانوروں سے بدتر ہیں [54]"

مفتی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"پہلے فرمایا تھا کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے اب ایمان والوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ ان کا معاملہ خدا اور رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہیے؟ جس سے وہ خدا کی نصرت وحمایت کے مستحق ہوں، سو بتلا دیا کہ ایک مومن صادق کا کام یہ ہے کہ وہ ہمہ تن خدا اور رسول کا فرمانبردار ہو، احوال وحوادث خواہ کتنا ہی اس کا منہ پھیرنا چاہیں مگر خدا کی باتوں کو جب وہ سن کر سمجھ چکا اور تسلیم کر چکا تو قولاً وفعلاً کسی حال اس سے منہ نہ پھیرے"[55]

منکرین سنت کا رد

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

تعجب ہے ان لوگوں پر جو قرآن کریم کی اتباع کو کافی سمجھتے ہیں اور اتباع رسول کی ضرورت محسوس نہیں کرتے حالانکہ اتباع رسول کے بغیر قرآن کریم پر عمل ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ حکم الٰہی سینکڑوں بار قرآن کریم میں آیا ہے کہ میرے حبیب لبیب ختمی المرتبت کی اطاعت کرو۔ اب ان لوگوں کو اپنے قول واعتقاد پر خود نظر ثانی کرنی چاہیے جو اتباع قرآن کو ترک اطاعت رسول کی دلیل بناتے ہیں اور قرآن کے ہوتے ہوئے سنت رسول کو غیر ضروری سمجھتے ہیں تو کیا وہ اس صریح نص قرآنی کا انکار کر کے اپنے آپ کو متبع قرآن کہہ سکتے ہیں۔[56]

تجزیہ

1. اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر اپنی اطاعت اور اپنے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کو فرض کیا ہے۔ اور اس کے لیے ضمیر واحد استعمال کی ہے جو اطاعت میں کمال اتصال کی طرف اشارہ ہے اور حکم خداوندی بھی ہے کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
2. میدان جنگ میں سپہ سالار کی اطاعت واجب ہوتی ہے کہ اسی سے فتح حاصل ہوتی ہے۔
3. اہل ایمان کو احکام خداوندی اور فرامین رسول سننے کے لیے حکم ہے کہ وہ اچھے طریقے سے سنیں، سمجھیں، ان کے حق ہونے کا عقیدہ رکھیں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔

4. اطاعت رسول کا حکم خداوندی یہ شعور دلاتا ہے کہ میرے محبوب کی سنت ہمیشہ ضروری ہے لہذا قرآن کے ہوتے ہوئے اس کا انکار درست نہیں بلکہ قرآن کریم پر کماحقہ اسی وقت عمل ہو گا کہ جب اطاعت رسول پر عمل ہو گا۔

حوالہ جات

1۔ طبری، ابو جعفر، محمد بن جریر، تفسیر طبری، بیروت: دارالمعرفۃ،، 1409ھ، ج10، ص100
2۔ ابو محمد عبد اللہ بن وھب بن مسلم، المصری، تفسیر القرآن من الجامع لابن وھب، مصر: دارالغرب الاسلامی، 2003ء، ج1، ص128
3۔ سمر قندی، ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد، بحر العلوم المعروف تفسیر السمر قندی، طباعت ندارد، ج1، ص364
4۔ سمر قندی، ابو اللیث، بحر العلوم۔ ج1، ص364
5۔ البقرۃ:2
6۔ ابیاری، اسماعیل بن ابراہیم، الموسوعۃ القرآنیۃ، مصر: موسسۃ سجل العرب، 1405ھ، ج2، ص247
7۔ محمد رشید بن علی رضا بن محمد، تفسیر المنار، الناشر: الھئیۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1990ء، ج5، ص258
8۔ النساء:87
9۔ شعراوی، محمد متولی، تفسیر الشعراوی، ناشر: مطابع اخبار الیوم، 1991ء، ج4، ص508
10۔ ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریاء القزوینی، الصاحبی فی فقہ اللغۃ العربیۃ ومسائلھا وسنن العرب فی کلامھا، الناشر: محمد علی بیضون، 1997ء، ج1، ص140
11۔ محمد علی سراج، اللباب فی قواعد اللغۃ وآلات الادب النحو والصرف والبلاغۃ والعروض واللغۃ والمثل، دمشق: دارالفکر، 1983، ج1، ص15
12۔ الانفال:24
13۔ طبری، تفسیر طبری، ج11، ص103
14۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ۔ الجامع السنن للترمذی۔ کراچی: قدیمی کتب خانہ، 1975ء، رقم:2884
15۔ بغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء، شرح السنۃ، بیروت: المکتب الاسلامی، 1983، ج4، ص446
16۔ زمخشری، ابو القاسم محمود بن عمر، جاراللہ، خوارزمی، تفسیر الکشاف، بیروت: دارالمعرفۃ، 2009ء، ج2، ص210
17۔ طبری، تفسیر طبری، ج11، ص107
18۔ بغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، المعروف بہ تفسیر بغوی، بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1420، ج3، ص344
19۔ مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی البلخی، تفسیر مقاتل بن سلیمان، بیروت: داراحیاء التراث، 1423ھ، ج2، ص87
20۔ رازی، امام، فخر الدین، محمد بن ضیاء الدین عمر، مفاتیح الغیب، تفسیر کبیر، بیروت، دارالفکر، 1398ھ، ج10، ص96
21۔ بغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء، مصابیح السنۃ، بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1414ھ، ج1، ص141
22۔ الانفال:29
23۔ ابن ابی حاتم، ابو محمد عبد الرحمن بن محمد رازی، تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم، المملکۃ السعودیۃ: مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، 1419ھ، ج5، ص1686
24۔ الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب، النکت والعیون المعروف بہ تفسیر الماوردی، بیروت: دارالکتب العلمیہ، س ن، ج2، ص311
25۔ الانفال:45
26۔ تفسیر الطبری، ج13، ص574
27۔ تھانوی، محمد اشرف علی، بیان القرآن، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ط ن، ج3، ص99

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693
Print ISSN: 3006-6921

28۔ابن وہب، تفسیر القرآن من الجامع لابن وہب، ج1، ص31

29۔ تفسیر طبری، ج9، ص164

30۔ابن وہب، تفسیر القرآن الجامع لابن وہب، ج1، ص31

31۔ قرطبی، ابو عبد اللہ، محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2006ء، ج8، ص24

32۔ابن فارس، الصاحبی فی فقہ اللغۃ العربیۃ ومسائلھا وسنن العرب فی کلامھا، ج1، ص140

33 ۔ابن فارس، الصاحبی فی فقہ اللغۃ العربیۃ ومسائلھا وسنن العرب فی کلامھا، ج1، ص46

34۔ الانفال:15

35۔ تفسیر القرطبی، ج7، ص341

36۔شافعی، محمد بن ادریس، تفسیر الامام الشافعی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: دارالتدمریہ، 2006ء، ج2، ص869

37۔طنطاوی، محمد سید، التفسیر الوسیط للقرآن الکریم، القاھرۃ: دار نھضۃ مصر للنشر، 1997ء، ج3، ص433

38 ۔دریابادی، عبدالماجد، تفسیر ماجدی، لاہور: پاک کمپنی، س ن، ص414

39۔ تفسیر الطبری، ج8، ص236

40۔ تفسیر الطبری، ج8، ص236

41۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، لاہور: المیزان ناشران وتاجران کتب، 2004ء، رقم:2766

42۔اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، لاہور، اسلامی اکادمی، 1987ء، ج1، ص280

43۔ الانفال:27

44۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 1429ھ، ج4، ص215

45۔کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، سندھ: مکتبۃ المعارف، 1422ھ، ج3، ص317

46۔ صحیح بخاری، رقم:59

47۔ معمر بن راشد، الازدی، جامع معمر بن راشد، بیروت: المکتب الاسلامی، 1403ھ، رقم:19748

48۔ابن المبارک، ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی، الزھد والرقائق، بیروت: دارالکتب العلمیہ، س ن، رقم:172

49۔ الانفال:20

50۔ الحشر:7

51۔اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن۔ لاہور: وسیب پبلشرز، 2021ء، ج3، ص224

52۔ زمخشری، تفسیر الکشاف، ج2، ص208

53۔ مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، ج4، ص207

54۔عثمانی، محمد تقی، مفتی، توضیح القرآن المعروف بہ آسان ترجمہ قرآن، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 1421ھ، ج1، ص528

55۔عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، کراچی: دارالاشاعت، 2007ء، ج1، ص809

56۔الازہری، محمد کرم شاہ، (پیر)، تفسیر ضیاء القرآن، لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1399ھ، ج2، ص138